جناب مولانا ذاکر حسن نعمانی صاحب
فاضل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

اکیسویں صدی کی آمد اور پاکستان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا اور اس میں اپنی قدرتوں اور صفات کا ظہور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا ظہور جتنا انسان میں فرمایا ہے اتنا کسی اور مخلوق میں نہیں فرمایا۔ گویا انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو قوت عاقلہ، عقل دراک اور قوت تدبر کے ساتھ دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات کے رہن سہن کے طریقے آج تک نہیں بدلے۔ سانپ، بچھو، چیونٹی اور کیڑے وغیرہ آج تک بلوں میں رہ رہے ہیں۔ درندے اپنے ابتدائی دور سے لیکر اس ترقی یافتہ دور میں بھی غاروں اور جنگلوں میں بسیرا کیے ہوئے ہیں۔ عام پرندے آج تک ایک ہی قسم کے گھونسلوں میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ اس لیے کہ مذکورہ حیوانات میں عقل اور تدبر کی قوت نہیں۔ لیکن انسان کے حالات ابتدائے آفرینش سے تغیرپذیر اور روبہ ترقی ہے۔ ماکولات، مشروبات، مشمومات، ملبوسات اور مساکن میں کتنی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ ایک منزلہ عمارت سے لیکر سومنزلہ عمارت بنالی۔ زمین کے پیدل سفر سے ہوائی سفر شروع کردیئے، ایک دور آئے گا کہ زمین کی سیروسیاحت کی جگہ چاند اور مریخ کی سیر وتفریح شروع ہوجائے گی۔ سائنسی آلات نے اتنی ترقی کی کہ ماں کے پیٹ کے اندر موجود بچے کے بارے میں مخفی احوال کے بارے میں بتانا اب مشکل نہیں آلات کے ذریعے سے ماں کے پیٹ میں موجود بچے کے بارے میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس کو فلاں بیماری لگی ہوئی ہے۔ جاپان میں تو بادوباراں کے بارے میں بالکل صحیح معلومات فراہم کی جاتی ہے، کہ فلاں وقت پر بارش ہوگی، اور فلاں وقت میں رک جائیگی۔ یہ سب عقل وسائنس کے کرشمے ہیں۔ اسلام نے دنیاوی زندگی اور دنیاوی ترقی میں ہماری عقلوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ بشرطیکہ قرآن وحدیث کی مخالفت لازم نہ آتی ہو۔ حضور اکرمؐ نے ایک موقع پر صحابہ کرامؓ کو کھجوروں کی پیوندکاری سے منع فرمایا تو کھجوریں کم پیدا ہوئیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا "انتم اعلم باموردنیاکم" یعنی تم دنیاوی امور بہتر جانتے ہو۔ اسی ارشاد سے بالکل واضح ہے کہ شریعت نے دنیاوی ترقی پر پابندی نہیں لگائی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہماری روحانی راہنمائی اور دینداری کیلئے قرآن وحدیث جیسے مقدس علوم دیئے۔ ان کے بغیر آخرت کا سفر جاری رکھنا محال ہے۔ اور دنیاوی سفر کیلئے عقل جیسی نعمت سے نوازا تاکہ دنیاوی زندگی کا سفر جاری رہ سکے۔ اسلامیات کے موضوع پر تمام کتابیں قرآن وحدیث کی تشریح ہیں۔ اسی طرح فزکس، کیمسٹری

، بیالوجی، ریاضی، کتب، طب وانجینئرنگ اور سائنس کی کتابیں عقل، تجربہ اور مشاہدہ کی مرہون منت ہیں۔
اکیسویں صدی کی آمد:- اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے ذہین، قابل اور دردمند دل رکھنے والے ان حالات و واقعات کو بغور دیکھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی زبوں حالی پر اندر اندر سے گھل رہے ہیں۔ ان کی ترقی کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ اب جبکہ اکیسویں صدی کی آمد ہے۔ ہر طرف شور برپا ہے کہ اس صدی میں لنگڑا لولہ بن کر نہیں بلکہ سینہ تان کر داخل ہوں گے۔ یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ بعض کام راتوں رات نہیں ہوتے بلکہ اِن کے لیے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی ترقی سال دوسال یا ایک صدی کی بات نہیں بلکہ کئی صدیوں میں اس مقام تک پہنچے ہیں۔ ہمارے یہاں تو ایک روایتی جملہ بہت استعمال ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب پوچھا جائے کہ اسلامی نظام کب نافذ ہوگا تو جواب ملتا ہے۔ راتوں رات نظام نہیں بنتا انتظار کرو۔
اکیسویں صدی کی تیاری:- ایک صدی سوسال پر مشتمل ہوتی ہے سوسال میں کئی قسم کے انقلابات رونما ہوتے ہیں، وہ شخص جو ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوا اور آج زندہ ہو تو اس نے اپنے پڑپوتے بھی دیکھ لئے ہوں گے۔ اس نے اس انقلابی صدی کے تمام مراحل دیکھ لئے ہوں گے۔ صدی سے پہلے سال، مہینہ، دن، گھنٹہ، منٹ اور سیکنڈ کی فکر ضروری ہے، کیونکہ صدی سالوں سے بنتی ہے۔ سال مہینوں سے، مہینہ دنوں سے، گھنٹہ منٹوں سے اور منٹ سکینڈوں سے بنتا ہے۔ سیکنڈ کا جوڑ اور تعلق سیکنڈ کیساتھ منٹ کا منٹ کیساتھ، گھنٹے کا گھنٹے کیساتھ، دن کا دن کیساتھ، مہینے کا مہینے کیساتھ، سال کا سال کے ساتھ اور صدی کا صدی کیساتھ ہے۔ گر ہم واقعی ایک صدی کی فکر میں ہیں تو ہمیں ایک ایک سیکنڈ اور منٹ کی قدر کرنی ہوگی۔ اگر ہمارے منٹ اور گھنٹے ضائع ہورہے ہیں اور تقریریں صدی کی فکر کے بارے میں ہوں تو نرا جھوٹ، فراڈ اور خود کو دھوکہ دینا ہے۔ دنیا کے تمام بڑے انسانوں نے منٹوں اور گھنٹوں کی قدر کی ہے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ۔۔۔ سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

سب سے قیمتی سرمایہ وقت ہے، لیکن ہم اس کو کس بے رحمی کے ساتھ ضائع کررہے ہیں۔
ہم نہ دین کے رہے اور نہ دنیا کے۔ دین تو ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے اور دنیا ٹی وی، کھیل، رسالے اور اخبارات کیلئے وقف ہے۔ دنیاوی ترقی کیلئے ہم نے کونسا وقت مختص کررکھا ہے۔ جو لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں ان میں بھی اکثریت نظریہ پیٹ کی خاطر مشغول تعلیم ہے وہ لوگ جو نظریہ خدمت کے جذبے سے تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ وہ تو آٹے میں نمک کے برابر نہیں۔ پھر بھی قوم ترقی کے خواب دیکھ رہی ہے اور اپنے تئیں خوش ہیں کہ انشاء اللہ اور اکیسویں صدی میں پروقار طریقے سے داخل ہونگے۔ ہر آدمی یہ سمجھ رہا

ہے کہ شاید قوم میرے علاوہ کوئی جنس ہے جو ترقی کرے گی، حالانکہ ہر انسان قوم کا فرد اور جز عظم ہے۔ خود کو نہیں بھولنا چاہئے۔ خود کو نہ بھولنا ہی خودی ہے۔

علماء پر الزام :- بعض لوگ علماء کرام پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ ترقی کے مخالف ہیں بلکہ ایک وزیر صاحب کا بیان اخبار میں چھپا تھا کہ مولوی لوگ ہمیں دوسو سال پیچھے لے گئے۔ یاد رکھیں جب حضور اکرمؐ نے دنیاوی ترقی کی مخالفت نہیں کی تو اس کا صحیح اور سچا وارث کبھی بھی ایسا نہیں کرسکتا مولوی صاحبان نے نہ کبھی قوت کے ذریعے مخالفت کی ہے اور نہ کبھی تقریر و تحریر سے۔ دنیاوی ترقی اور انتظام کا اسلام کیساتھ اگر تضاد نہیں تو کوئی بھی مخالفت نہیں کرسکتا۔ اکثر جگہوں میں دنیاوی ترقی کا اسلام سے تضاد نہیں۔ کتنی سڑکیں ہوں، کتنے پارک ہوں، کتنے افسر ہوں، کتنی فوج ہو، کتنے دفاتر ہوں، کتنے صوبے ہوں، کتنے ضلع و تحصیل ہوں، کتنے سکول ہوں، کتنی ریلیں ہوں یہ سب انتظامی امور ہیں۔ شریعت نے ان امور میں ہماری عقلوں کو آزاد چھوڑ دیا یہ ہماری ہمت ہے کہ ان امور کو بطریق احسن انجام دیتے ہیں یا ان کا ستیاناس کرتے ہیں۔ ہاں اگر ریل ہو اور اس میں نماز کا بندوبست نہ ہو، دفتر ہوں اور مسجد نہ ہو، نوکری کا وقت مقرر ہو اور نماز کے لیے چھٹی نہ دی جائے، نصاب تعلیم ہو اور اس میں نظام اخلاق نہ ہو، لڑکوں اور لڑکیوں کا نظام تعلیم ہو اور نظام عفت نہ ہو۔ معاشرہ میں ہر فرد کی جگہ ہو اور علماء کو معاشرہ پر بوجھ سمجھا جاتا ہو تو پھر علماء ایسے نظام کی تطہیر کے لیے کوشش بھی کریں گے اور اس غلط نظام کی مخالفت بھی کریں گے۔

اکیسویں صدی کے تقاضے :- اگر ہم قوم اور ملک کیساتھ مخلص ہیں اور ملک اور قوم کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں واقعی شامل کرنا چاہتے ہیں تو پھر یاد رکھیں گے کہ آنے والی صدی ہم سے چند باتوں کا تقاضہ کرتی ہے۔ یہ سیاسی اقتصاد کا دور ہے، سائنس اور کمپیوٹر کا راج ہے، ساری دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے۔ چند منٹوں میں دنیا کے گوشے گوشے سے اطلاعات ملنا دشوار نہیں۔ مقابلہ سائنس، کمپیوٹر، طب اور سیاسی اقتصاد کے میدان میں ہے۔ ترقی پذیر ممالک مخالف کو ڈرانے اور دھمکانے کے لیے خطرناک کیمیائی ہتھیار تو بنا رہے ہیں لیکن نہ جنگ کرتے ہیں اور نہ اسلحہ استعمال کرسکتے ہیں۔ ایک اور قسم کی جنگ لڑ رہے ہیں کہ مخالف قوم اور ممالک کو سیاسی اقتصاد کے میدان میں ہرادیں۔ میڈیا کے ذریعے اپنے دشمن کو اتنا بدنام کریں کہ وہ خود اپنی شکست تسلیم کرلیں۔ مثال کے طور پر امریکہ نے عراق پر اقتصادی پابندیاں عائد کیں۔ روس کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے میں سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ اس طرح ان کی پالیسیوں کے خاطر خواہ نتائج سامنے آرہے ہیں۔ اس لیئے ہمیں چند خامیاں دور کرنی ہوں گی۔

نظام تعلیم :- طبقاتی اور امتیازی طرز تعلیم کو ختم کرنا ہوگا۔ غریب ذہین بچے کو بھی تعلیمی مواقع فراہم کرنا ہوں گے۔ طرز تعلیم میں قرآن، حدیث اور نظام اخلاق کو اپنانا ہوگا۔ ہماری درسگاہوں کے فارغ التحصیل اسلام سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض مخالف ہوجاتے ہیں۔ اسی نصاب تعلیم اور طرز تعلیم نے بہت دوریاں

پیدا کردی ہیں ۔ مالدار اور بڑے عہدے دار اپنے بچوں کو ملک کے اعلیٰ سطح کے سکولوں سے لیکر امریکہ اور لندن تک بھیجنے کا بندوبست تو کرتے ہیں لیکن گھر کے قریب مسجد میں اپنے بچے کو ناظرہ قرآن مجید پڑھنے نہیں بھیجتے ، شاید اس لئے کہ غریب بچوں کے ساتھ مسجد میں اختلاط نہ ہوجائے اور کہیں خود ساختہ قائم کردہ امتیازی دیواریں گر نہ جائیں ۔ بقول شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ اگر حکومت کسی اعلیٰ نوکری کے لیے قرآن وحدیث کی تعلیم کا کچھ حصہ شرط قرار دے دے تو مساجد امراء اور کبراء کے بچوں سے بھر جائیں .

نظام سیاست :- مدتوں سے برائے نام جمہوریت کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ اسلام نے کسی شعبے میں ہماری رہنمائی نہیں کی ، اسلامی نظام سیاست کو اپنایا جائے پھر کم از کم لیڈر کیلئے قدرے دنیاوی تعلیم اور چند اچھے صفات کا حاصل ہونا لازم قرار دیا جائے ۔ ممبر اور وزیر سے بڑی بڑی مراعات واپس لی جائیں تاکہ ملک وقوم کے اصلی خادم کوچہ سیاست میں رہ جائیں ۔ اسمبلی کا امیدوار اور الیکشن میں لاکھوں روپے صرف کرتا ہے وہ ممبر بننے کے بعد ملک وقوم کی خدمت کی بجائے اپنی تجوریاں بھرتا ہے ۔ کسی ممبر اور وزیر کو ملک میں کسی قسم کے کاروبار کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے ورنہ اپنے عہدے سے غلط فائدہ اٹھائے گا ۔

ذہین لوگوں کا تحفظ :- امریکہ پوری دنیا سے اعلیٰ دماغ والوں کو جمع کررہا ہے ۔ لیکن ہم ذہین لوگوں کو بھگا رہے ہیں ہر میدان کے لائق اور ذہین انسان کی سرپرستی کی جائے ۔ اُن کی ہر ضرورت پوری کی جائے ۔ ان کو کام کیلئے میدان مہیا کیے جائیں ۔ حسن کارکردگی پر حوصلہ افزائی کیلئے انعامات دیئے جائیں ۔ ایسے لوگوں کو ملک سے باہر نہ جانے دیا جائے ۔ جاپان والے اپنی ٹیکنالوجی باہر جانے نہیں دیتے ۔ ایک آدمی مکمل موٹر سائیکل نہیں بناسکتا ۔ اگر ایک رم بنارہا ہے تو دوسرا ہینڈل بنائے گا ۔ اگر ہم نے ان باتوں پر عمل کیا تو چند سالوں میں انشاء اللہ بڑے اچھے نتائج سامنے آئیں گے ۔

نظام معیشت :- یہ تو بہت بڑا موضوع ہے اس پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ لیکن ہماری ساری معیشت ایک لفظ میں بند ہے اور وہ ہے " قناعت " اگر اس لفظ پر ہر سطح والوں نے عمل کیا تو دنیا کی سب سے مضبوط معشیت ہماری ہوگی ۔

تنبیہ :- کہیں ایسا نہ ہو کہ اکیسویں صدی کی فکر میں آخرت کا غم وفکر بھی بھول جائیں کیونکہ قوم بہ حیثیت مجموعی تو ضرور اکیسویں صدی میں داخل ہوگی لیکن ہر شخص کا داخلہ ضروری نہیں ہوسکتا ہے کہ موت اس کو آلے ۔ اور آخرت کا داخلہ ہر ایک کو یقینی ہے ۔ لہذا یہ دانش مندی نہیں کہ غیر یقینی داخلے کی فکر میں یقینی داخلہ کو بھول جائیں ۔

جناب مولانا انوار الحق مدظلہ کا سفرنامہ افغانستان اور حافظ راشد الحق صاحب کا "ذوق پرواز " اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں ۔ شکریہ (ادارہ)